



مصنفہ: مرجان قطب

پابندِ سلاسل

www.novelskiduniya.com

”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔۔۔

”السلام علیکم احباب۔۔۔۔“

”ناولز کی دنیا“ کے ناولز میں خوش آمدید۔۔۔۔

ناولز کی دنیا (NKD) کی جانب سے ناولز کو بغیر کسی غلطی کے آپ تک پہنچانے کی کوشش کی گئی۔ اگر کوئی غلطی اس میں ملتی ہے تو اسے محض اتفاق سمجھا جائے۔ کیونکہ ناول کو پورا پروف ریڈ کر کے ہی پبلش کیا جاتا ہے چوک ہونا محض اتفاق ہوگا۔۔۔۔

نئے اور مختلف لکھنے والوں کے لیے ”ناولز کی دنیا“ [ویب سائٹ / گروپ / پیج / یوٹیوب چینل](#) دے رہا ہے تمام لکھاریوں کو ایک ایسا پلیٹ فارم جہاں آپ اپنی خدا داد صلاحیتوں کو اپنے قلم سے تحریر کر کے اپنا اور اپنے ملک کا نام روشن کر سکتے ہیں۔۔۔۔ اگر آپ کو بھی اللہ کی طرف سے یہ صلاحیت دی گئی ہے تو اسے اجاگر ضرور کریں۔۔۔۔ ہمیں آپ جیسے ہی لکھاریوں کی تلاش اور ضرورت ہے۔۔۔۔

اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل یا شاعری پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔۔۔۔ اپنی تحریر اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔ جتنا جلدی ہو سکا آپ کی تحریر پوسٹ ہو جائے گی۔۔۔۔

مزید تفصیلات یا کسی بھی طرح کی مدد کے لیے ہم سے گروپ یا پیج انباکس میں رابطہ کریں یا ای میل پر ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔۔۔۔

Email address :- Novelskiduniya77@gmail.com

Facebook page :- [Novels ki duniya](#)

(user name [@zoyatalib77](#))

Facebook group :- [Novels ki duniya](#)

Instagram Page:- [Nkd \(ZT\)](#) (UserName: [Novelskiduniya77](#))

[Youtube Channel: Novels Ki Dunya \(NKD\) Official](#)

(پر خیال رہے کہ یہ گروپ زویا طالب کا ہی ہو) اور باقی کے رابطے کے لیے ہر پیج کے نیچے [Blue](#) الفاظ میں لکھے لفظ میں آپکو لنکس مل جائے گے شکریہ۔۔۔۔۔

پابندِ سلاسل

از قلم: مرحبان قطب

چھویں قسط:

لا تعداد کیمروں کی چہرے پہ پڑتی فلش میں وہ کرسی پر اعتماد سے بیٹھی میڈیا کے سوالات سن رہی تھی۔ اُسکے عین سامنے بہت سے میڈیا والے اپنا لپ ٹاپ کھولے تیزی سے انگلیاں چلاتے ہوئے لکھ رہے تھے۔ میزبان نے آگے کو ہو کے مائیک سیدھے کیئے۔ وہ جواب دینے کے لیے بالکل تیار تھی۔

"اسلام علیکم! میں میزبانِ رحمت ہوں اور یہاں آج آپ لوگوں کو کل کے ہونے والے افسوس ناک معاملے کے بارے میں آگاہ کرنے آئی ہوں۔" اُسکی پرسکون، ملائم آواز جیسے ہی گونجی، ہال میں ساری سرگوشیاں اور بھنبھناہٹ تھم گئی۔

"میں بغیر تحقیق کے یہاں نہیں آئی اور آپ سب کو میری سیکٹری نے جو بھجوا یا امید ہے آپ لوگوں نے اُسے دیکھ لیا ہو گا۔ وہ سیمپلز ہماری فیکٹری میں استعمال ہونے والے اور ریڈ سے ملنے والے میٹریل کا ہے اور آپ لوگوں کو اُس میں واضح فرق نظر آ گیا ہو گا۔" وہ بہت ٹھہر ٹھہر کے کہہ رہی تھی۔ چند قدم دُور، دائیں دیوار کے قریب

کھڑے عباس نے چہرہ پھیر کر اُسکو دیکھا جس کا اعتماد دیکھنے لائق تھا۔ اُسکے کان میں لگے ٹریسر کے دوسری جانب جواد موجود تھا۔

"دیکھ لینا یہ ایسا بیان بدل کر دامن جھاڑے گی کہ تمہاری عقل ٹھکانے آجائے گی۔" جواد کی تپاتی آواز پر عباس نے چہرہ جھکا کر کان پہ آہستگی سے ہاتھ مار کر اُسے خاموش کر دیا۔ اب اُسکے کان پر سکون تھے۔

"اس واضح فرق کی کوئی وضاحت نہیں۔ یہ کوتاہی ہماری جانب سے ہوئی ہے۔ سب سے بڑی شیئر ہولڈر، ہاشم بزنس کی پاور آف اٹارنی اور چیئر ویمن ہونے کے ناطے اس سب کی ذمہ داری مجھے لینا ہے۔" اُس اگلی بات پر تھمی ہوئی خاموشی بھانت بھانت کی گفتگو میں تبدیل ہو گئی۔ عباس نے بے طرح چونک کر چہرہ اٹھایا اور ششدر ہو کے اُس عورت کو دیکھے گیا جس کا اعتماد متزلزل کرنا ممکن تھا۔ اپنی سٹڈی کے شاہانہ صوفے کی پشت پر ہاتھ پھیلا کر بیٹھے ہاشم بزنس کے چہرے کو بڑی فاتحانہ مسکراہٹ چھو گئی۔ اُن کی آنکھوں میں اپنے فیصلے کو لے کر جو فخر یہ چمک تھی اُس پل وہ بے حد واضح تھی۔

"پندرہ کروڑ کا ہر جانہ ادا کرنے سے میں نہیں پیچھے ہٹوں گی کیونکہ یہ غیر ذمہ داری مجھ سے ہوئی ہے۔ اس میں میرے لیے کام کرنے والے لوگوں کا کوئی ہاتھ نہیں۔ مجھے ایز آ چیئر ویمن اپنے فرائض خوش اسلوبی سے نبھانے چاہیے تھے۔" اُٹھی گردن مگر مدہم لہجے میں کہتے ہوئے وہ اپنی کرسی چھوڑ کر اُٹھ کھڑی ہوئی اور سب کیمرہ میسنز کے سامنے سر کو خم کیا۔ پانچ منٹ تک اُس نے چہرہ نہیں اٹھایا شاید وہ چہرہ اٹھا نہیں سکی۔ اس بات کا فیصلہ چند قدم دُور بے یقینی سے کھڑا عباس جان نثار کر نہیں سکا۔ اُسکے مضبوط اعصاب کو زندگی کے پینتیس سالوں میں پہلی بار بُری طرح دھکا لگا تھا۔ پہلی بار اُسکے پلان اور فیصلوں کے بیچ بُری طرح دراڑ پڑی۔ اُسکا وجود آج سے پہلے کبھی زلزلوں کی زد میں یوں نہیں آیا تھا۔ اس بے یقینی کا کوئی انت نہیں تھا۔

"تو یعنی آپ تسلیم کر رہی ہیں کہ آپ سے ایسی غفلت اور لاپرواہی ہوئی ہے جو لاکھوں لوگوں کی جان لے سکتی تھی؟" اُسی نیوز رپورٹر کی بات پر میزابِ رحمت کی جھکی پلکوں میں لرزاہٹ اُتری جو دُور سے بھی عباس جان نثار کی ساکن آنکھوں سے مخفی نہیں رہ سکی۔

"جی! مجھے تسلیم ہے اسی لیے پولیس، پروسیکوشن اور میڈیا کے ساتھ میں ہر ممکن تعاون کروں گی۔" سر اٹھا کر سیدھا ہوتے ہوئے اُس نے شائستگی سے کہا۔ سب لوگ اُسکی زبان کی پختگی، ثابت قدمی اور فرض شناسی جانتے تھے۔ گواہ تھے کہ کیسے سامنے کھڑی عورت ہمیشہ حق کا ساتھ دیتے ہوئے، اُصولوں کے ساتھ کام کر رہی تھی تبھی سب نے مزید بحث نہیں کی۔ اُسکے اُصول، زبان اور کام نے سب کو پابند کر دیا تھا۔

"آپ۔۔۔ سہی کہہ رہے تھے، بابا۔" سامنے صوفے پر بیٹھے کاشف بزنجو نے معنی خیز مسکراہٹ سے کہتے ہوئے ہاشم بزنجو کو قہقہہ لگانے پر مجبور کر دیا۔

"ہم کبھی غلط نہیں ہو سکتے، برخوردار۔" اُنکے لہجے کا زعم اور تفاخر دیکھنے لائق تھا۔ اپنے آفس میں اطمینان سے بیٹھ کر سب دیکھتا جواد ایک جھٹکے سے کرسی چھوڑ کے کھڑا ہوا۔ احتساب سنجرانی نے دانت پیس کر مردانے میں بیٹھے سب سنجیدہ ہوتے مردوں کو دیکھا۔ رحمان بخش سنجرانی کا چہرہ بالکل سپاٹ تھا۔ کچھ بھی اخذ کرنا ممکن تھا۔ وہ بے تاثر آنکھوں سے سائید کیمرے سے نظر آتے سٹاف میں سب سے منفرد، سب سے نمایاں سیاہ سوٹڈ بوٹڈ شخص کی ششدر سنہری آنکھیں دیکھ رہے تھے۔ اُن آنکھوں کا محور، تیر اور بے یقینی نے اُنکو مٹھیاں بھینچنے پر مجبور کر دیا۔

"میں کہہ رہا تھا نہ آپ سب سے؟" اُس قیامت خیز خاموشی کو احتساب سنجرانی کی متنفرد آواز نے توڑا۔

"احتساب!" تنبیہ کرنے والے کریم بخش سنجرانی تھے۔

"میں اب مزید چُپ نہیں رہوں گا۔ اس ذرا سی عورت نے عباس کے انتقام کی بنیاد گرا دی ہے۔" اُنکا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ سکرین پر نظر آتی پُرکشش سی عورت کا چہرہ نوچ لیتے۔

"میں نے یاد دلایا تھا نہ تمہیں کہ اس انتقام کا سب سے زیادہ حقدار عباس ہے۔" کریم بخش سنجرانی کا لہجہ بلند ہونے پر اکبر اور اصغر کے درمیان متفکر نظروں کا تبادلہ ہوا۔

"لیتا رہے وہ اُس خاندان سے انتقام مگر میں اس عورت کو کبھی نہیں بخشوں گا۔" اُنکی اُٹھا کر سکرین پہ نظر آتی عورت کو قتل کر دیتی نظروں سے دیکھا کر سب کو باور کرایا گیا۔ وہ عورت اُن نفرت انگیز، شرربار نظروں سے غافل اپنی نشست چھوڑ کر اُٹھ رہی تھی اور تبھی سیٹج سے اترتے ہوئے اُس کا پاؤں رپٹا اور قبل اسکے مُنہ کے بل گر کر سنجرانی خاندان کے کلیجے ٹھنڈے کرتی، دو مضبوط ہاتھوں نے بروقت آگے بڑھ کے اُسے بازوؤں سے تھام کر سہارا دیتے ہوئے اُسکے تھکے، مضطرب چہرے کو مُسکرانے پر مجبور کر دیا۔ اب سکرین میں وہ سنجیدہ، وجیہہ باڈی گارڈ واضح نظر آ رہا تھا۔ مردانے میں موجود سارے مرد اپنی نشست چھوڑ کر تیزی سے آگے ہوئے۔ اُس وقت سوئی بھی وہاں گرتی تو حشر بپا کر دیتی۔ سب بھٹتی آنکھوں سے وہ بے یقین منظر دیکھ رہے تھے جس میں اُنکے خاندان کا ولی عہد، اُنکے انتقام کا علم بلند کرنے والا غیور عباس جان نثار اُس دُشمن عورت کے سامنے گھٹنوں کے بل جھک کر بیٹھ رہا تھا۔ کیمروں کی پڑتی لاتعداد فلش پر لرز اُٹھتی دھڑکنوں کے ساتھ میز اب رحمت نے چہرہ جھکا کر پاؤں پیچھے کرنا چاہا مگر عباس نے آہستگی سے اُسکا پاؤں تھام کر آگے کرتے ہوئے سینڈل کا کھلتا سٹرپ بند کیا۔ شہد رنگ نگاہ بے ارادہ بھٹک کر سٹرپ کی نوک سے زخمی ہوتے ٹخنے تک گئی اور پھر وہ اپنے سامنے کھڑی دُشمنوں کی عورت اور اپنے خاندان پر ڈھائی گئی قیامت سے غافل اُٹھ کھڑا ہوا۔ پریس کا نفرنس ختم ہو گئی۔ اشتہار کے بعد،

خبریں چلنا شروع ہو گئیں مگر قصرِ سنجرانی کے مردانے میں در آئی موت کی سی خاموش نہیں ٹوٹ سکی۔ رحمان بخش سنجرانی کی پتھروں جیسی سنجیدگی محسوس کر کے کوئی جرأت نہیں کر سکا۔ جہاں 'بزنجو خاندان' میں اُس فتح پر جشن کا سماں تھا وہیں 'سنجرانی' خاندان کی درود یوار سے کئی سال پہلی والے سوگ لپٹنے لگا تھا۔ ایک بار پھر سنجرانی خاندان کو مات ہو گئی تھی۔ ایک بار پھر وہ اپنے خیر کی وجہ سے شر کے آگے ناکام ہو گئے تھے۔ ایک طرف قہقہے اور ٹھٹھے لگ رہے تھے تو دوسری طرف موت کا سناٹا طاری ہو چکا تھا۔ رحمان بخش کے پُرانے زخم جو بھرے نہیں تھے، پھر سے اُدھڑنے لگے۔ ایک اور بھیانک وقت کی چاپ اُنکی بوڑھی سماعتوں میں پھر سے گونجنے لگی۔ اُن بوڑھی آنکھوں میں جمع ہوتے پانی میں اپنے محبوب، لاڈلے پوتے عباس جانِ نثار کی نگاہوں کا محور، ارتکاز، وہ تاثرات ثبت ہو کر رہ گئے تھے اور دل میں بہت سے مَرچکے اپنوں کی یاد کروٹ بدل کر پھر سے سانس لینے لگی تھی۔ اُس کمزور، نحیف وجود کی تکلیف سے پرے شہرِ اقتدار، اسلام آباد کی سلونی فضا میں کوئی نئی مُجت کی داستاں رقم ہونے کو بالکل تیار تھی۔ آسمان میں اڑتے لاتعداد کبوتروں کی اڑان میں وہ اُٹھان باقی نہیں رہی تھی۔ اُنکو عدم کیئے جانے کا وقت قریب آ لگا تھا۔

✓ رفتگاں کو پیاروں کی یاد جب ستاتی ہے

مقبروں سے خاک اُڑ کر بستیوں میں آتی ہے

چار، چھ تماشائی قہقہے لگاتے ہیں

زندگی اُسیروں کی بیڑیاں ہلاتی ہے

روشنی مُسافر کے ساتھ چل نہیں سکتی

روشنی مُسافر کو راستہ دکھاتی ہے

پوچھتا ہوں صحرائے، کیا میرا حبیب آیا؟

دوستی کے خیمے پر دھول جمتی جاتی ہے

ہر گھڑی کے کونے پر، خاک ایسے ہونے پر

دیکھ ساعتِ وجود، حاشیے لگاتی ہے

آسمان کو تنکنے سے اک اڑان کی خواہش

اور چہچہاتی ہے، اور پھر پھڑپھڑاتی ہے

دُور جانے والوں کی کچھ خبر نہیں آتی

دُور جانے والوں کی یاد آئے جاتی ہے۔۔۔

(کمال حسن)

وہ اپنے آفس کے ریسٹ روم میں صوفے پر بے دم سی بیٹھی، دکھتا سر آہستگی سے دبار ہی تھی تبھی سیل فون کی بجتی آواز پر چونک کر سیدھی ہوئی۔ یہ آواز تو عباس کے سیل فون کی تھی اور اُسکو ہاشم بزنس نے کال کر کے مڈثر کولانے کا کہا تھا۔ کچھ چونک کر اُس نے اپنے بیگ کو دیکھا اور یاد آتے ساتھ ہی گہرا سانس لے کر ٹیبل سے جھک کر بیگ اٹھایا۔ کل ویر ہاؤس میں اُس نے لائٹ بند کرنے کے بعد عباس کا سیل فون بے دھیانی میں اپنے بیگ میں ڈال دیا تھا۔ سیل نکال کے اُس نے آنکھوں کے سامنے کیا۔ جلتی سکرین پر 'داجی' لکھا آ رہا تھا۔ فون یو نہی ہاتھ میں لیے وہ تیزی سے ریسٹ روم اور آفس سے ہوتے باہر آئی۔

"جانِ نثار واپس آگیا؟" اُسکا آفس خالی دیکھ کر اُس نے کائنات کے آفس کا دروازہ کھٹکھٹا کر پوچھا۔

"نہیں میم! ایک گھنٹہ تو لگ ہی جائے گا۔ مڈثر صاحب کی ضمانت تو منظور ہو گئی ہے لیکن آپکو تو معلوم ہے میڈیا ہو گا

تو۔۔۔" کائنات نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ میزاب آگے زیادہ بہتر جانتی تھی تبھی اثبات میں سر ہلا کر واپس

آفس میں آگئی۔ مسلسل بجتے سیل فون کو پریشانی سے دیکھ کے ٹیبل پر رکھ دیا۔ کوئی ضروری کال ہو تب بھی وہ کال

اٹھانے کو اچھا نہیں سمجھ رہی تھی۔ فون بج کر تھک گیا تبھی اُس نے سکریں پر جگمگا تا میسج دیکھا۔

"کہاں ہیں آپ؟" نازنین نامی لڑکی کے میسج کو ایک نظر دیکھ کر میزابِ رحمت پیچھے ہو کے بیٹھ گئی۔

"نازنین!" بے ساختہ آہستگی سے اُس کے ہونٹوں سے پھسلا اور پھر بے ارادہ نگاہ اپنے پاؤں تک گئی جہاں لگا بینڈ تاج

پھر سے دھڑکنیں منتشر کرنے لگا۔ کتنے لمحے یونہی دبے پاؤں گزر گئے اُسے نہیں معلوم تھا۔ وہ چونکی تب بھی نہیں

جب عباس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ اُسکو جھک کر پاؤں کی جانب دیکھتے پا کر عباس جانِ نثار کے چہرے کا رنگ بدلا، گلے

میں گلی سی ڈوب کر اُبھری اور پھر بھاری قدم اندر رکھے گئے۔

"آپ نے گھر کب جانا ہے؟" اُسے معلوم ہو گیا تھا کہ آج اُسکے دشمنوں کے ہاں جشنِ کاسماں ہو گا۔ بڑے پیمانے پہ

دعوت رکھی جانے والی تھی ایسے میں اُن کے کلیجے ٹھنڈے کرنے والی عورت کا وہاں ہونا لازم و ملزوم ہونا چاہیے۔

میزاب نے بے طرح چونک کر چہرہ اٹھایا۔

"ہاں!" اُسکی غائب دماغی پر عباس خاموش سے اُسے دیکھنے لگا۔

"آج آپکے گھر دعوت ہے۔ آخر آپ نے اتنی بڑی خوشی سے اُن سب کو نوازا ہے۔" اُس لہجے میں کچھ ایسا تھا کہ کچھ دیر پہلے اپنے پاؤں کو دیکھ کر دل میں سمٹتی کیفیت کو دھکا لگا۔ وہ جو کچھ کہنے لگی تھی، کہہ نہیں سکی۔ خاموشی سے آگے کو ہو کر ٹیبل سے سیل فون اٹھا کر اُسکی جانب بڑھایا۔

"بہت معذرت! تمہارا فون میرے پاس رہ گیا تھا۔" اُسکی مختلف بات پر عباس نے مزید کچھ کہے بغیر اُسکے ہاتھ سے جیسے ہی سیل فون لیا، اُسی وقت 'نازنین کالنگ' لکھا آنے لگا۔

"اسلام علیکم، نازو!" سیل فون عجلت میں کان سے لگا کر وہ تیز قدموں سے آفس سے باہر نکل گیا۔ پیچھے میز اب شیشے کی دیوار سے اُسکو ادھر سے ادھر ٹھل کر بات کرتے دیکھنے لگی۔ وہ اُسکے ہر انداز سے شدید اضطراب اور بے چینی محسوس کر سکتی تھی۔ پیشانی سہلاتا ہاتھ گہرے تفکر کی غمازی کر رہا تھا۔ اُسے معلوم نہیں تھا کہ وہ کیا بات کر رہا ہے مگر اتنا ضرور معلوم تھا کہ اُسکو کو مشکل لاحق ہے۔ اگر ہم شیشے کا دروازہ کھول کر باہر آئیں تو ہماری سماعتوں میں عباس جان نثار کی سنجیدہ مگر اٹھان سے بھرپور آواز با آسانی گونجے گی۔ اُسکے چہرے کا مضطرب تاثر، لہجے سے ظاہر نہیں تھا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے تمہارا بھائی پہلے ہے حملے میں ناکام ہو سکتا ہے۔" وہ سوال نہیں تھا۔ اس کی نازنین محتسب کو خبر تھی تبھی اُسکے اٹھے کندھے ڈھیلے ہوئے۔ چہرے کا تفکر جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔

"مجھے معلوم تھا آپ کو اتنی آسانی سے نہیں ہرایا جاسکتا۔" نازنین کے لہجے کے فخر پر عباس کے چہرے کو مسکراہٹ چھو گئی۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ اُسکی مسکراہٹ نے کسی کو کتنی تقویت پہنچائی ہے۔ میز اب اٹھ کے اپنی پاور چیئر پہ بیٹھ کر باقی ماندہ کام کرنے لگی۔

"لیکن آبی بھائی! احتساب چچا بہت غصے میں ہیں۔ اُنکا بس نہیں چل رہا ورنہ وہ کسی میزاب نامی عورت کا قتل کر بیٹھیں۔" اُسکی اگلی بات پر عباس کے چلتے قدم ٹھہر گئے۔ بے داغ ماتھے پر شکنیں نمایاں ہوئیں۔

"وہ داجی سے بہت اونچی آواز میں آپکے اور میزاب نامی عورت کے بارے میں کچھ کہہ رہے تھے۔" اُس بات پر حقیقتاً عباس جان نثار کا سانس تھم گیا۔ چہرے کا رنگ ماند ہوا مگر اُسکو کچھ خبر نہیں تھی۔

"اُنکی باتوں پر دھیان نہ دو۔ ابھی جب نتیجہ اُنکے حسبِ منشاء آئے گا تو خود ہی ٹھنڈے ہو جائیں گے۔" اُسکا انداز ڈھارس پُہنچانے والا تھا۔ نازنین سے زیادہ خود کو باور کروایا گیا۔

"مگر آبی بھائی! یہ میزاب کون ہے؟" نازنین کا سوال دل و نگاہ کو الجھا دینے والا تھا تبھی خاموشی کا وقفہ آگیا۔

"تم نے جان کر کیا کرنا ہے؟" خاموشی کے طویل وقفے کے بعد انتہائی سنجیدگی سے سوال آیا۔

"احتساب چاچو کہہ رہے تھے اگر عباس بھولا کہ میزاب دشمنوں کی عورت ہے تو آپ دونوں کو زندہ درگور کرنے سے نہیں چُوکیں گے۔" نازنین کے لہجے کی لرزش اور اُن بھاری الفاظ پر عباس کا اندر جھنجھٹا اٹھا۔

"احتساب چچا کا انتقام نے دماغ الٹ دیا ہے۔" عباس نے اُس مغلوب کرتی کیفیت سے خود کو بڑی مشکل سے بچا کر سر جھٹکا۔

"آپ کا تو نہیں اُلٹا نہ، بھائی؟" نازنین کے خدشے نے اگلی پچھلی ساری کسر نکال کر رکھ دی۔ پیشانی مَسلتا ہاتھ، بے دم ہو کر پہلو میں آگرا۔

"آپ۔۔۔ آپ واپس آجائیں نہ۔ دفع کریں اس انتقام کو، آبی بھائی۔ میں مماء بابا کے بعد آپکو نہیں کھونا چاہتی۔" نمناک ہوتی آواز کے تحفظات اور خوف جائز تھے۔ وہ کم عمری میں ماں اور باپ دونوں کا دکھ دیکھ چکی تھی اور مزید ایک اور پیارے کا نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔

"مجھے کچھ نہیں ہوگا، نازو۔ تم اپنا خیال رکھو اور خوش آئیند اور مثبت سوچا کرو۔" نرم تنبیہ کرتے ہوئے اُس نے الوادی کلمات کہہ کر کال منقطع کر دی۔ اب اُسکے تاثرات پہلے جیسے نرم نہیں رہے تھے۔ نازنین کا لفظ لفظ سماعتوں میں گونج کر خون کی گردش تیز کر رہا تھا۔ اپنے آفس میں جانے سے قبل اُس نے ایک نظر، بے حد سرسری سے ایک نظر لاتعداد فائلوں میں جھکی اُس عورت کی جانب ڈالی جسکے بارے میں اُسکے احتساب چچا کھٹک چکے تھے اور عباس سے زیادہ کون اُنکی فطرت کو جانتا تھا۔ ساری کیفیات پرے دھکیل کے وہ اپنے آفس کا دروازہ دھکیلتا ہوا اندر چلا آیا اور پھر ٹیبل پر رکھالیپ ٹاپ کھول کر بیٹھتے ہوئے دو حرفی پیغام بھیجا۔

"شرافت دیکھا دو!" اور پھر پیغام بھیج کر اُن سنہری آنکھوں میں روشن کر دینے والی مسکراہٹ دوڑ گئی۔ ایک بار پھر اُسکا سیل فون بجا اور اب کی بار 'جواد کالنگ' والے نمبر کو مسکراتے ہوئے اُٹھایا گیا۔

"تو تیار ہو تم؟" اُسکی مسکراتی آواز پر دوسری جانب جواد کا چھت پھاڑ قہقہہ بے ساختہ تھا اور اُس قہقہے کو سنتے ساتھ وہ خود بھی ہر فکر سے آزاد ہو کر بے ساختہ گردن پیچھے کو پھینکے ہنستا چلا گیا۔ میزاب کا آفس اتنا دور نہیں تھا کہ آواز وہاں تک نہ پہنچتی۔ اُس قہقے پر میزاب نے بے طرح حیرت سے چہرہ پھیر کر سائیڈ شیشے سے نظر آتے دوسرے آفس میں بیٹھے عباس کو دیکھا اور سُرمائی آنکھیں لرز کر ساکن سی اُس مرد کو پہلی بار یوں قہقے لگاتے دیکھنے لگیں۔ اُس نے اپنی زندگی میں آج سے پہلے کبھی کسی کو اتنا خوبصورت ہنستے نہیں دیکھا تھا۔ وہ اگر مسکراتا نہیں تھا تو ٹھیک ہی کرتا تھا۔ اُسکی مسکراہٹ بڑی منفرد اور دلکش تھی۔ تھا تو یہ خالص زنانہ سا تبصرہ مگر میزاب رحمت خود ہی اس

تبصرے پر دل ہی دل میں مُسکرا نے لگی۔ وہ یونہی مُسکراتی رہتی اگر جو سیل فون پر آتے ثریا اصفہان کے میسج کو نہ پڑھتی۔ اُس پیغام نے وہ بے ریا، حسین مُسکراہٹ اُس چہرے سے نوج کر دُور پھینک دی۔

✓ آگہی فرط مُسرت کو لُگل جاتی ہے

تم نے آسان سمجھ رکھا ہے دانا ہونا۔۔۔

(مُرشد صدیقی)

"آخر تم پھر سے ایک بار بچ نکلے۔" اُسکے برابر دھپ سے بیٹھتے دوست کی بات پر مُدثر نے مُسکرا کر اُسکو دیکھا۔

"میں ایسے کام نہیں کرتا جس سے میرے خاندان کی بدنامی ہو۔" اُسکا فخر دیکھنے لائق تھا۔

"یہ تو تم نے بالکل سہی کہا۔" اُسکے برابر بیٹھتے ذکی نے اپنے دوست کے ہاتھ سے اُم الخبائث کی بوتل لیتے ہوئے اُسکی جانب بڑھ کر کہا۔ اُسکے قدم ادھر ادھر ڈگمگا رہے تھے۔ صاف ظاہر تھا کہ نشے کی زیادتی سے اُسکا دماغ ٹھکانے پر نہیں۔ مُدثر کی جیسے ہی اُس تک نظر گئی۔ تیزی سے اپنی جگہ چھوڑ کر اُس تک آیا اور ایک محتاط نظر اِدگر ددوڑا کر اُسکے ہاتھ سے بوتل لینی چاہی مگر ذکی بروقت پیچھے ہو گیا۔

"ذکی! مہمانوں کے سامنے میں کوئی تماشا نہیں چاہتا۔" آگے کو ہو کر اُس نے ذکی کو دبی آواز میں تنبیہ کی مگر ذکی اُسکو کندھے سے دھکا دے کر آگے بڑھا جہاں مُدثر کے سر کل کی فی۔ میل فرینڈز بیٹھی تھیں۔

"انجوائے کرو، برو۔ آج کا جشن تمہارے نام۔" پلٹ کر اُس نے سنجیدگی سے خود کو دیکھتے مُدثر کو آنکھ ماری اور ایک لڑکی کے برابر بیٹھ گیا۔ وہ جیسے ہی اُٹھنے لگی، ذکی نے اُسکو کلائی سے پکڑ کر ایک جھٹکے سے اپنے برابر بٹھالیا۔

"یہ کیا بد تمیزی ہے؟" وہ کوئی دبو سی لڑکی تو تھی نہیں جو چُپ چاپ دُک کر بیٹھ جاتی۔

"بد تمیزی تو ابھی میں نے کی ہی نہیں۔" خباثت سے مسکرا کر جو کہا گیا اُس پر سب کے درمیان معنی خیز نظروں کا تبادلہ ہوا۔

"ذکی!" مُدثر نے دانت پیس کر اُسے دیکھا جو وہاں چوڑا ہو کر بیٹھ چکا تھا۔ باہر مین ہال میں سارے مہمان جمع تھے اور وہ مزید کوئی تماشا نہیں چاہتا تھا۔

"یار! انجوائے کر بیٹھ کے۔" مُدثر کے دوست اُسکو کھینچ کر اپنے ساتھ اُس کمرے سے ملحق کمرے میں لے گئے۔ جانے سے قبل وہ ذکی کو تنبیہی نظروں سے دیکھنا نہیں بھولا تھا۔

"اُس بچارے کو کبھی اکیلا بھی چھوڑ دیا کرو۔" مُدثر کے دوست نے اُسکو زبردستی دوستوں کی محفل میں گھسیٹتے ہوئے پُر مزاح کہا۔

"تم اُسکو ابھی جانتے نہیں ہو۔ اُسکو کوئی بھروسہ نہیں وہ کہیں بھی بلاسٹ۔۔۔۔۔" مُدثر کا جملہ کانچ کے ٹوٹنے اور ایک درد بھری اونچی چیخ نے مکمل نہیں ہونے دی۔ سب لڑکے بھاگ کر دوسرے کمرے کی جانب بڑھے اور اُن سب میں آگے بدحواس سا مُدثر تھا۔ دوسرے کمرے کا دروازہ کھولتے ہی باقی لڑکوں کی جہاں چنچیں نکلیں وہیں مُدثر لرز کر اپنے قدموں پر ساکن ہوا۔ کانچ کا ٹیبل ٹوٹ کر چرچی ہو چکا تھا اور یقیناً یہ اُس لڑکی کے سبب تھا جو اوندھے مُنہ زمین پر گری خُون میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اُسکے گرد خُون تیزی سے پھیلتا جا رہا تھا۔

"کمینی! مجھے انکار کرتی ہے۔" ذکی پر خون سوار تھا۔ لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ اُس کانچ کی بھاری بوتل اُس لڑکی کے سر پر پوری قوت سے دے ماری۔ ساری لڑکیاں چیختے چلاتے اپنی جگہ سے اُٹھ کر سہمتے ہوئے ایک دوسرے سے آ لگیں جبکہ اُنکی چیخیں پر ذکی وہ ٹوٹی بوتل لہراتا ہوا اُن تک آیا تبھی مدثر کو ہوش آیا۔

"ذکی!" اُس نے زندگی میں پہلی بار اتنا خون دیکھا تھا تبھی قدم لرز کر رہ گئے۔ ذکی نے پلٹ کر کینہ توڑ نظروں سے اُسکو دیکھا۔

"لوجی! ہیر و صاحب آگئے۔" اُسکے دانت کچکپاتے انداز پر مدثر نے پیلے پڑتے چہرے کے ساتھ کمرے میں موجود تمام لڑکیوں اور لڑکوں کے خوفزدہ چہرے کو دیکھا۔

"کوئی کیمرہ نہیں کھولے گا۔" کسی لڑکی کو سیل فون نکالتے دیکھ کر مدثر شیراز کو ہوش کی دُنیا میں آنا پڑا۔

"میں ایمبولینس کو کال کرنے۔۔۔" لڑکی نے ہکلا کر کہنا چاہا مگر مدثر نے آگے بڑھ کر اُسکا سیل فون لیتے ہوئے پوری قوت سے زمین پر پٹخ دیا۔

"اگر یہ بات باہر گئی تو تم سب کا بھی یہی حال ہو گا۔" اب کے اُسکے لہجے میں ذکی کی آنکھوں سے زیادہ تندی تھی۔ سب نے گھبرا کر اپنے سیل فون چھوڑ دیئے کیونکہ وہ مدثر شیراز کو بہت اچھی طرح جانتے تھے۔

"تم۔۔۔! یہاں سے ہلنا مت۔" اُننگی اُٹھا کر ذکی کو تنبیہ کرتے ہوئے وہ تیز قدموں سے دروازے تک گیا اور کھول کر باہر نکلا۔ راہداری سُنسان تھی مگر اُسکے ساتھ ہی ملحق ہال میں ہاشم بزنجو کی تمام کاروباری، سیاسی اور سماجی شخصیات بیٹھیں تھیں۔ ایک نظر دروازے پر ڈال کے وہ جیسے ہی آگے بڑھا سامنے سے آتی میز اب کو دیکھ کر جس طرح بوکھلا کے تیزی سے پیچھے ہوا، میز اب نے ٹھٹک کر اُسے بغور دیکھا۔

"سب ٹھیک ہے، مُدثر؟" اُسکے نرم استفسار پر مُدثر نے گہرا سانس لیا۔ کوئی بوجھ تھا جو اعصاب سے سرکتا محسوس ہوا۔ اُسکے سامنے میزابِ رحمت تھی۔ تمام مسئلوں کو منٹوں میں حل کر لینے والی۔

"ایک چھوٹا سا مسئلہ ہو گیا ہے، زیب۔" ماتھا سہلا کر وہ تیزی سے اُس تک آیا جبکہ عُجلت میں میزاب کے پیچھے کھڑے عباس کو نظر انداز کر گیا جو آنکھوں میں عجیب سی سختی لیے اُسکو دیکھ رہا تھا۔

"اندر ذکی نے نشے کی حالت میں ایک لڑکی۔۔۔" اُسکا جملہ بھی مکمل نہیں ہو سکا اور میزاب نے اُسکو پوری قوت سے سائیڈ پر دھکا دے کر دروازہ ایک جھٹکے سے کھولا۔ اندر کا منظر رُوح سلب کرنے والا، قیامت خیز تھا۔ لمحے بھر کو میزابِ رحمت کے چہرے کا رنگ نُچڑ گیا۔ قدم بے جان ہونے پر جیسے ہی لڑکھڑائی پیچھے موجود عباس نے بروقت آگے آکر اُسکو بازو سے تھام کر سنبھال لیا۔ بھیگی آنکھیں لرز کر پلٹتے ہوئے سُنہری آنکھوں سے ٹکرائیں اور عباس جانِ نثار کا دل پوری قوت سے سُکڑ کر پھیلا۔ اُسکا چہرہ برف کی مانند سفید ہو رہا تھا۔

"جانِ نثار! ایمو لینس کو کال کرو۔" اِس سے پہلے کہ عباس اُسکے ٹھیک ہونے کی یقین دہانی لیتا اُس نے بامُشکل خود کو سنبھال کر مُدثر کو چونکا دیا۔

"تم۔۔۔ کیا کر رہی ہو؟ باہر سارے۔۔۔" وہ جانتا تھا کہ میزاب کو سارے مسئلے سنبھالنے آتے ہیں مگر وہ یہ کرے گی، اِسکا اندازہ نہیں تھا۔

"شٹ آپ!" عباس کا بازو آہستگی سے چھوڑ کر اُس نے یک دم غرا کر کہتے ہوئے سب کو دُبا دیا۔ میزاب آہستہ قدموں سے اُس لڑکی تک آئی جس کا خُون فرش کو تیزی سے رنگین کرتا جا رہا تھا۔ لب بھیج کر اُس نے پلٹتے ہوئے ذکی کو دیکھا اور وہ نظریں ایسی تھیں کہ ذکی کا سارا نشہ ہرن ہو گیا۔ ساری مستی کا فور ہو گئی۔

"ایمبولینس آرہی ہے۔" عباس کی اطلاع پر میزاب نے اپنا کوٹ اُتار کے اُس لڑکی کے اُوپر ڈالنے کو جھکی۔

"باہر بہت اہم شخصیات بیٹھی ہیں، میزاب۔ یہ بات باہر۔۔۔۔" مُدثر نے پریشانی سے لب کھلتے ہوئے کچھ کہنا چاہا مگر میزاب ایک جھٹکے سے کھڑی ہو کر اُسکی جانب پلٹی۔

"کیا بکواس کر رہے تھے تم؟ چھوٹا سا مسئلہ؟ یہ چھوٹا سا مسئلہ ہے۔ یہ وقعت ہے انسانی جان کی تمہاری نظر میں؟ شرم نہیں آئی یہ بکواس کرتے ہوئے۔" وہ چیخ نہیں رہی تھی مگر اُسکے مدہم لہجے نے مُدثر شیراز کا سارا لہو خشک کر دیا۔ عباس بے حد توجہ سے اُن شعلے اُگلتی سُرمائی آنکھوں کو دیکھنے لگا تھا۔

"تم یا تمہارا یہ گھٹیا بھائی یہاں مرے پڑے ہوتے نہ تب یہ بکواس کرنی تھی۔" اُسکا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ مُدثر کا چہرہ تھپڑوں سے لال کر دیتی۔

"اُسکو کچھ مت کہو، میری۔۔۔" ذکی جیسے ہی قریب آیا میزاب نے پوری قوت سے سیدھا ہاتھ گھما کر اُسکے گال پر تھپڑ جھڑ کر اُسکو لڑکھڑا کر زمین بوس ہونے پر مجبور کر دیا۔

"دُعا کرو کہ اس لڑکی کو کچھ نہ ہو۔" اُسکا ایک ایک لفظ لہو جمادینے والا تھا۔ ذکی وہیں قالین پر گر کر کانپنے لگا۔ سارا نشہ اُس ایک تھپڑ کی وجہ سے نودو گیارہ ہو چکا تھا۔ ایمبولینس کے ہارن پر عباس تیز قدموں سے باہر بھاگا اور لمحہ نہیں گزرا ہو گا جب پیرامیڈیکل سٹرپچر لے کر اندر داخل ہوئے۔ اندر کا ماحول اُنکے لیے نیا نہیں تھا تبھی چونکے بغیر اُس لڑکی کو اُنہوں نے احتیاط سے سٹرپچر پر لٹایا۔

"میں ہاسپٹل جا رہی ہوں اور تم۔۔۔ میڈیا کو کنٹرول کرو۔ اگر اس لڑکی کا چہرہ، نام یا کچھ بھی باہر گیا تو کسی کی خیر نہیں۔" مُدثر کو تنبیہی نظروں سے کہہ کر وہ تیز قدموں سے پیرامیڈیکل سٹاف کے پیچھے بھاگی۔ ہال میں چہ مگوئیاں

ہونے لگیں مگر اُسکو معلوم تھا کہ ہاشم بزنس سنبھال لیں گے تبھی ایمبولینس میں بیٹھنے سے پہلے اُس نے ایک میسج اُنکے نمبر پر کر کے اُنکو حالات سے خبردار کر دیا تھا۔ دروازہ بند کر کے جس وقت عباس بھی اُسکے برابر بیٹھا، میز اب نے چونک کر اُسکو دیکھا۔

"تم۔۔۔ گھر جاؤ، جان نثار۔ میں سب مینیج کر لوں گی۔" اُن آنکھوں اور نرم لہجے کی حلاوت پر عباس نے چہرہ جھکا کر اُسکے گود میں دھرے لرزتے ہاتھوں کو دیکھا اور پھر ایمبولینس کی دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

"میں جانتا ہوں آپ سب مینیج کر سکتی ہیں مگر اس کارِ خیر میں مجھے بھی حصہ لینے دیں۔" ایمبولینس سٹارٹ ہو کر گولی کی رفتار سے قصر بزنس کو پیچھے، بہت پیچھے چھوڑتے ہوئے "الشانی ہسپتال" کی جانب بڑھ رہی تھی۔ وہی ہسپتال جس کی بنیاد بزنس خاندان نے رکھی تھی۔ میز اب صرف چند پل کو عباس کے حوصلہ دیتے الفاظ پر چونکی دوسرے ہی پل سیل فون بیگ سے نکال کر اپنے فیملی ڈاکٹر کو کال کرنے لگی۔

"ڈاکٹر رضا! آپ ڈیوٹی پر ہیں؟" اُسکے سوال پر گھر جانے کو تیار رضانے ٹھٹک کر اپنے ہاتھ میں پہنی گھڑی دیکھی جو رات کے دس: تیس بج رہی تھی۔

"ہاں! سب خیریت ہے، میز اب؟" وہ اُنکے فیملی ڈاکٹر کا بیٹا اور میز اب کا بہت اچھا جاننے والا تھا۔ ایسے میں وہ مختلف فیورز اُس سے ہی لیتی تھی۔

"میں آپ کے ہسپتال آرہی ہوں ایک مریض کے ساتھ۔ اُسکی حالت بہت نازک ہے اور خون بہت زیادہ بہہ چکا ہے۔" اُسکی مزید معلومات پر رضانے اپنے آفس ٹیبل پر موجود بٹن دبا کر ہسپتال میں ایمر جنسی کا الارم بجادیا۔

"ہم بس پانچ منٹ میں پہنچنے والے ہیں۔" کال بند کر کے اُسکے اعصاب سے کوئی بوجھ سرکنے لگا مگر ابھی بہت مشکل مراحل باقی تھے۔ اُس نے اپنے ہاسپٹل کا انتخاب اسی لیے کیا تھا کہ میڈیا اور پولیس کی مداخلت سے ہٹ کر صرف علاج یہیں ممکن تھا۔ لڑکی کی جان بچانا اُسکی پہلی ترجیح تھی۔ اُسکے بعد جو بھی ہونا تھا وہ دیکھا جاسکتا تھا۔ ایسولینس ایک جھٹکے سے ہاسپٹل کی ایمر جنسی کے داخلی دروازے کے سامنے رُکی۔ کئی ڈاکٹر بھاگتے ہوئے باہر آئے جن میں سب سے آگے ڈاکٹر رضا تھا اور پھر عباس دروازہ پیچھے کھول کر خود اُترا اور ہاتھ میزاب کی جانب بڑھایا۔ قریب آتا رضا صرف ایک پل میزاب کو اُس اجنبی شخص کا ہاتھ تھام کر اُترتے دیکھ کے ٹھٹکا اور دوسرے پل باقی سب کی مدد سے سٹریچر کھینچ کر نیچے اتارنے لگا۔

"رضا!" وہ جیسے ہی سب کے ساتھ سٹریچر اندر لے جانے لگا، میزاب کی پکار پر ٹھہرا۔ باقی سب کو فوری اندر لے جا کر ٹریمنٹ سٹارٹ کرنے کا کہہ کر وہ اُس تک آیا۔

"اقدام قتل کا کیس ہے، رضا۔ میں باقی سب سنبھال لوں گی۔ آپ بس اُس لڑکی کو بچالیں۔" عباس کو یہاں پر بھی لگا اُسکے برابر کھڑی عورت اس دُنیا کی نہیں ہے۔ گداز ہوتے دل سے وہ اُس سحر زدہ کرتی عورت کے چہرے کے غمگین تاثرات کو دیکھ کر نئے سرے سے مضطرب ہو رہا تھا۔ دل کی دُنیا میں اُٹھتا کھرام گھبراہٹ میں مبتلا کر دینے والا تھا۔

"میں سمجھ سکتا ہوں۔" رضا توقف کے بعد کچھ کہنے کے قابل ہوا۔

"تم فکر نہ کرو۔ وی ول ٹرائے آور ویری بیسٹ۔" اُسکے ڈھارس دیتے الفاظ بھی میزاب کے اندر کی کشافت اور گھٹن کو کم نہیں کر سکے۔ رضا نرمی سے مسکرا کر اندر ایمر جنسی دروازے سے بھاگ کر اندر چلا گیا۔ میزاب چند پل

یونہی چہرہ گھما کر رات کی پھیلتی تاریکی کو خالی ہوتی آنکھوں سے دیکھتی رہی۔ دل میں اتنا حزن تھا کہ اُسکی تکلیف اُس معصوم چہرے تک سے نمایاں تھی۔

"آپ۔۔۔ ٹھیک ہیں؟" نہ جانے کیوں عباس جانِ نثار خود کو روک نہیں سکا۔ میزاب نے گہرا، تھکتا سانس فضا کے گرد سُپرد کیا۔

"نہیں، جانِ نثار! "عباس نے تحیر سے آنکھیں پھیلا کر اُسکو دیکھا۔ یہ ان چند مہینوں میں پہلی بار تھا کہ میزاب نے اتنا مایوس کُن اور سوگوار جواب دیا تھا ورنہ وہ تو ہر دم عباس تک کے سامنے سب ٹھیک ہے کا ورد کرتی رہتی تھی۔

"ابھی مجھے اُس لڑکی کے گھر والوں کو بھی بلانا ہے۔" چہرہ جھکا کر گھٹی آواز میں اُس نے بے حد دقت سے کہا۔ عباس اُس عجیب دُھوپ، چھاؤں جیسی عورت کو دیکھ کر رہ گیا۔ وہ جتنا اُسکے قریب ہو کر اُسے جاننے کی کوشش کر رہا تھا میزابِ رحمت اتنا ہی اسرار میں لپٹی جا رہی تھی، اُسکے دل کا تجسس بڑھا رہی تھی مگر خود یقیناً غافل تھی۔

"میں کال کر دیتا ہوں۔" اُس نے میزاب کا بوجھ بانٹ لینا چاہا۔

"نہیں جانِ نثار! اَلَا تَذَرُہُ وَاِزْرَہُ وَزَمْرَہُ اُخْرٰی۔" اُسکی اگلی بات پر جانِ نثار نمک کے محسمے میں تبدیل ہو گیا۔ دل اگر دھڑکتا بھی تھا تو فلحال نہیں۔ شوق کی بیداری کا کوئی وقت متعین تھا، تو یہی تھا۔

"یہ میرا بوجھ ہے، جانِ نثار۔ تمہارے کندھے پر میں کبھی بندوق نہیں رکھ سکتی۔" اُسی نرم لہجے میں باور کروایا گیا جو اُسکا خاصا تھا مگر آج وہ کچھ عجیب طرح سے عباس جانِ نثار سنجرانی کے دل پر اثر انداز ہوا تھا۔ اپنے الفاظ کے اثر سے غافل وہ آگے بڑھ گئی مگر عباس وہیں کھڑا رہا۔

"جانِ نثار!" اپنے ہمقدم قدموں کو نہ محسوس کر کے اُس نے پلٹ کر پکار کر عباس جانِ نثار کو کسی ماورائی خواب سے بیدار کر دیا۔

وہ کسی خاص، کوئی نئی کیفیت کے زیرِ اثر اُس عورت کے نقشِ قدم پر چلا پڑا مگر کہیں پیچھے اُسکا دھڑک اٹھتا ہیولا ابھی تک وہیں ساکن تھا۔

✓ پیروں کو پوچھیے تو وہیں پر جے ہوئے
آنکھوں میں جھانکیئے تو کہیں جا رہا ہوں میں۔۔۔
(ادریس باہر)

وہ ہاسپٹل کی تیج کوریڈور میں دیوار سے ٹیک لگا کر نہ جانے کب سے کھڑی تھی۔ اندر آپریشن ہو رہا تھا اور اُسے ایک لمحے کے لیے بھی یہاں سے نہیں ہلنا تھا۔ جب تک ڈاکٹر رضا کچھ مثبت جواب نہیں دیتے وہ اُس لڑکی کے گھر میں اطلاع کرنے کی ہمت خود میں نہیں لاسکتی تھی۔ عباس بلڈ بینک سے خُون کی بوتلیں لے کر واپس آ رہا تھا تبھی اُسکی نگاہ دیوار سے ٹیک لگا کر ابھی تک کھڑی میز اب تک گئی۔ دونوں ہاتھ دُعائیہ اپنے ہونٹوں سے لگا کر، آنکھیں موندیں وہ گہری ریاضت میں مصروف تھی۔ نرسوں کے حوالے خُون کی بوتلیں کر کے عباس خاموش قدموں سے اُس تک آیا جسے اُس نے کبھی سُکھ سے نہیں دیکھا تھا۔ ہر وقت بھاگ دوڑ، دوسروں کے مسئلے سلجھانا، سارا بار اپنے کندھوں پر اٹھائے ادھر اُھر بھاگتے رہنا۔ اُسکا دل بے اختیار اُس عورت کے لیے پسینے لگا جس کو سارے زمانے کی فکر تھی۔ جو عباس کے لیے 'سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے' کی جیتی جاگتی مثال تھی۔ اُس دشمن،

نفرت انگیز، بے حس، سخت سے خاندان میں رہنے کے باوجود کس قدر نرم، کتنی بے ریا اور معصوم تھی۔ اُن لرزتی پلکوں کی جنبش دیکھتے ہوئے دھڑکنوں کے ساتھ عباس جان نثار کی سوچیں بھی بے اختیار ہو چکی تھیں۔ یہ مغلوب کرتی کیفیت جن میں وہ نہ جانے کب سے مبتلا محسوس کر رہا تھا خود کو اُسے اعصابی طور پر تھکانے لگی تھی۔ نہیں بھولنا چاہتا تھا کہ وہ دشمنوں کی عورت ہے جس کی سمت جا کر اُسکی نظر ٹھہر جاتی ہے، دھڑکن بے ترتیب ہو جاتی ہے مگر عباس جان نثار بھولنے لگا تھا۔ اس بھول کا کیا انجام ہونے والا تھا اس سے وہ بے خبر تو نہیں تھا مگر مسئلہ یہ تھا کہ بات اُسکے اختیار سے باہر ہونے لگی تھی۔ کیا وہ خود کے بچاؤ کے لیے کوئی تدبیر کر سکتا ہے؟

✓ طبیعت کی کشاکش نے ہمیں آخر ڈبونا تھا

کبھی دریا لگا اچھا، کبھی ساحل پسند آیا

متاع سوختہ دل سے لگائے پھر تارہتا ہوں

کہ شہر آرزو جیسا بھی تھا، حاصل پسند آیا

عجب رنگ آگیا ہے دل کے خوں ہونے سے آنکھوں میں

ہمیں بھی اب کے گریہ میں لہو شامل پسند آیا

نہ تھا یوں بھی کہ جس کو دیکھتے، ہم اُسکے ہو جاتے

کہ تُو بھی تو ہمیں جاناں! بصد مشکل پسند آیا

فراز اپنی ادا کا ایک دیوانہ ہے کیا کیجیے

اُسے سارے مسیحاؤں میں اک قاتل پسند آیا۔۔۔

(احمد فراز)

"سب ٹھیک ہو جائے گا۔" ایک نظر اُن لرزتے ہاتھوں کو دیکھ کر نگاہیں سامنے سفید دیوار پر جماتے ہوئے اُس نے آہستگی سے کہتے ہوئے میز اب کو چونکا دیا۔ آنکھیں کھول کر ہاتھ پہلو میں گراتے ہوئے اُس نے چہرہ پھیر کر اپنے برابر کھڑے شخص کو دیکھا جو اُسے بہت کم دیکھتا تھا مگر اُسکے باوجود میز اب کو وہ ہر وقت چونکا اور متوجہ محسوس ہوتا تھا۔ جو ہر مشکل میں اُسکے ساتھ کسی گھنے، سایہ دار شجر کی مانند ایستادہ تھا۔ دل کی تماشیل پر لرز اُٹھتی آنکھیں بے اختیار جھک گئیں۔

"انشاء اللہ!" اُس نے جیسے سب سے زیادہ خود کو تسلی دی۔ دونوں کے درمیان موجود خاموشی پھر گہری ہونے لگی تبھی اُس نے کچھ سوچ کر ایک نمبر ملایا۔

"تقی! مجھے اُس لڑکی کے گھر والوں کی معلومات بتادو۔" اُسکی بات پر صرف ایک بار تقی چونکا اور پھر اُسکو سب بتانے لگا۔

"اُسکی ایک بڑی بہن ہے بس۔ پیرنٹس کی ڈیوٹی ہو چکی ہے۔ ثمرہ نام ہے اُس لڑکی کا۔ میں تمہیں اُسکی بہن اٹمارہ کا نمبر بھیجتا ہوں۔" تقی کے بتائے جانے پر اُسکے دل پر مزید بوجھ گرنے لگے۔

"جداک اللہ، تقی!" نرمی سے کہہ کر اُس نے کال منقطع کر دی۔ چند پل بعد سکریں پر نمبر نمودار ہوا۔ وہ یونہی بغیر پلک جھپکے اُس نمبر کو دیکھتی رہی۔ کسی کو غم کی اطلاع دینے کی ہمت کہاں سے خود میں لاتی۔ لرزتے ہاتھوں سے اُس نے نمبر ملا کر سیل فون کان سے لگایا۔ بیل جا رہی تھی اور پھر مصروف سا سلام کی آواز سنائی دی۔

"وعلیکم السلام! میں میزاب بات کر رہی ہوں ثمرہ کی دوست۔ آپ ثمرہ کی بہن ہیں نہ؟" اُسکے سوال ہر دوسری جانب اٹھارہ چونک کر سیدھی ہوئی۔

"جی! سب خیریت ہے؟" دوسری جانب کی خاموشی کی وجہ سے لمحہ لگا اُسے کچھ بھانپنے میں۔

"آپ کی بہن ہاسپٹل میں ہے۔ آپ اسلام آباد الشافی ہاسپٹل آسکتی ہیں؟" آنکھیں بند کر کے چہرہ جھکایا گیا۔

"اللہ! کیا ہوا ثمرہ کو؟ م۔۔۔ میں تو۔۔۔ کراچی ہوں۔ مجھے پہنچنے میں دیر لگ سکتی ہے۔ وہ ٹھیک تو ہے نہ؟" دوسری جانب اُسکی بہن کے ہاتھ پیر پھول گئے۔

"آپ آرام سے آجائیں میں یہاں ثمرہ کے پاس ہوں۔ انشاء اللہ وہ بالکل ٹھیک ہوگی جب تک آپ یہاں آئیں گی۔" اُسکے لہجے کے یقین پر عباس نے چہرہ پھیر کر اُس چہرے کو دیکھا۔

"اگر آپ کو مشکل ہے تو میں آپکے آنے کا بندوبست کر داسکتی ہوں۔" اُسکی جھجھکتی آواز پر اُٹھتی اٹھارہ کے قدم تھمے۔

"میں آپ کی کراچی سے اسلام آباد کی فلائیٹ بک کر دیتی ہوں۔ آپ اپنے پاسپورٹ اور باقی معلومات مجھے اسی نمبر پر بھیج دیں۔" اُس لہجے میں کچھ ایسا تھا کہ اتنی شدید پریشانی میں اٹھارہ کے اعصاب سنبھلنے لگے۔

"آپ۔۔۔ ایسا کر سکتی ہیں؟" اُسکی آواز میں خدشے تھے۔

"بالکل بے فکر ہو کر آپ اپنی تیاری کریں۔ میں آپکو ٹکسٹس کی تصاویر بھجواتی ہوں۔" مزید تسلی آمیز باتیں کہہ کر اُس نے تیزی سے کال منقطع کی۔ جانتی تھی کہ جب اُسکی بہن آئی گی تو سب سے پہلا اُسکا چہرہ ہی تھپڑوں سے لال ہو گا مگر اُسے اپنے اختیار میں ہر کام کرنا تھا۔ اگلے دس منٹوں میں کائنات کو کال ملا کر اُس نے اٹھارہ کی بھیجی گئی تمام

اہم معلومات کائنات کو فارورڈ کر کے گہرا سانس لیا۔ اُسے اب ٹکیٹس کا انتظار کرنا تھا۔ پندہ منٹ گزرتے ہی کائنات کے میسج نے اُسکا چہرہ کھلا دیا۔

"آپ کی ٹکیٹس بک ہو گئیں۔ آپ صبح چار بجے کی فلائیٹ سے اسلام آباد پہنچ جائیں گی۔" اٹھارہ کو تسلی دلا کر کال بند کرتے ہوئے اُس نے متفکر نظر سے آپریشن ہونے کی نشان دہی کرتی سُرخی بتی کو دیکھا۔ اُسکے دیکھتے ہی دیکھتے بتی بھبھی اور میزاب کا دل دھڑک کر ٹھہر گیا۔ سر جیکل گاؤن میں ملبوس ڈاکٹر رضا اُس تک آیا۔

"آپریشن کریٹیکل تھا مگر کامیاب رہا۔ اگلے پانچ گھنٹے پشٹنٹ کے لیے بہت اہم ہیں۔ وائٹلز سٹیبل ہیں مگر حتمی بات تبھی ہوگی جب مریض ہوش میں آجائے گا۔" اُسکی وہ اطلاع نہیں، میزاب رحمت کے لیے نئی زندگی کی نوید تھی۔

"جداک اللہ، ڈاکٹر۔ آپ کی کوشش اور محنت کا احسان میں زندگی بھر یاد رکھوں گی۔" اُسکی ممنونیت نے تھکان کے باوجود رضا کو مسکراتے پر مجبور کر دیا۔

"احسان یاد رکھنے کے بجائے مجھ غریب کے ساتھ ڈنر کیسار ہے گا؟" رضا کی اگلی بات پر پیچھے کھڑے عباس کی آنکھوں میں ناگواری تیرنے لگی۔ اُسے یہ عجیب سا ڈاکٹر بالکل پسند نہیں آیا تھا۔

"ضرور! کسی دن انشاء اللہ!" نرمی سے میزاب کو کہنا پڑا۔ اُسکو فیورز کے بعد ایسے فارملز لانچ اور ڈنر کی عادت تھی تبھی رد نہیں کر سکی۔

"پھر ملتے ہیں اگلے سٹڈے۔" رضا مسکرا کر آئی۔ سی۔ یو کی جانب بڑھ گیا۔ میزاب جیسے ہی پلٹی عباس کی ناگوار نظروں کے تعاقب میں رضا کو جاتے دیکھ کر بے طرح حیرت سے عباس کو دیکھا۔ اُسکے لیے عباس کے چہرے کی ناگواری یکسر نئی تھی۔

"تمہیں کیا ہوا؟" وہ یہ سوال واقعی کرنا چاہتی تھی۔ عباس نے نگاہوں کا زاویہ بدل کر اُن حیران، منتظر آنکھوں کو دیکھا۔

"تمہیں ڈاکٹر رضا اچھے نہیں لگے؟" اُس روشن پیشانی پر موجود شکنیں اور آنکھوں کے قریب تناؤ کی وجہ سے اکھٹی ہوئی بھنوں کو دیکھ کر اُس نے نا سمجھی سے سوال کیا۔

"کچھ عجیب چپکو سا لگا۔ خوا مخواہ کبمل ہو رہا تھا۔" وہ اپنی ناگواری مزید مُتقی نہیں رکھ سکا اور میزاب تھکتے اور نڈھال اعصاب کے باوجود کھکھلا کر ہنستی چلی گئی۔ اُسکے دل کو معلوم تھا کہ اُسے ہنسنا نہیں چاہیے۔ یہ سب بھول کر ہنسنے کا مقام نہیں ہے مگر۔۔۔ وہ پھر بھی ہنس پڑی تھی اور یہ بالکل پہلی بار تھا جب عباس سامنے کھڑی عورت کو یوں بے اختیار کھکھلا کر ہنستے دیکھ رہا تھا۔

"یا اللہ!" اُس کانوں میں رس گھولتی ہنسی کا دورانیہ گو کہ بے حد مختصر مگر بہت پُراثر تھا۔ دل و رُوح پر مثبت ہو کر ہمیشہ کے لیے نقش ہو جانے والا۔

"تم۔۔۔ تم۔۔۔ جیس ہو رہے ہو؟" یو نہی بے موقع اُسکے ہونٹوں سے نکل گیا۔ نکلنا نہیں چاہیے تھا۔ عباس کے چہرے کا رنگ اُڑا۔ نظریں چڑا کر پھر سے اُس سُرخ قندھاری ہوتے چہرہ پر جمائیں جن کی سُرمائی آنکھوں میں

زمانے کی تھکن کے باوجود پوری قوت سے اپنی جانب عجیب کھینچ لینے والا سحر پوشیدہ تھا۔ وہ بھی خود کو گرفتار ہونے سے محفوظ نہیں رکھ سکا۔

"لا حول ولا قوۃ!" خود کو سرنش کر کے بے اختیار مدہم سا بڑبڑاتے ہوئے اُس نے میز اب کے چہرے کی مسکراہٹ معدوم کر دی۔

"رضا بہت اچھا انسان ہے۔ تمہیں اُسکے بارے میں مشکوک نہیں ہونا چاہیے۔" نرمی سے کہہ کر اُس نے پھر سے راہداری کی دیوار سے ٹیک لگالی۔

"آپ نے گھر نہیں جانا؟" اُسکی وضاحت نے مزید عباس کو اُس رضانا می چپکو سے متنفر کر دیا تبھی نظر انداز کر کے پوچھا۔

"جب تک ثمرہ کو ہوش نہیں آتا مجھے یہاں ہونا چاہیے۔" اُسکی وضاحت پر عباس نے گہرا سانس لیا۔ وہ یقین سے کہہ سکتا تھا کہ بزنجو خاندان کے سارے لوگ بارہ بجتے ہی خوابِ خرگوش کے مزے لاٹ رہے ہوں گے۔ ہاشم بزنجو کو معاملہ دبانا آتا تھا۔ سب کی خاموشی کو یقینی بنا کر دعوت جاری رہی ہوگی اور سب کے جاتے ہی بے فکر ہو کر سب ایسے ہو گئے ہوں گے جیسے کچھ ہوا ہی نہ مگر یہ عورت!

"یہاں بیٹچہ بیٹھ جائیں میں آپکے لیے کچھ کھانے کو لاتا ہوں۔" اُسکی سنجیدگی پر میز اب نے نا سمجھی سے اُسکو دیکھا جسکے لہجے کی قطعیت پر اُس نے خود کو بغیر چُوں چراں کے بیٹھتاپایا۔ اُسکو بیٹھتے دیکھ کر عباس تیز قدموں سے ہاسپٹل کے کیفیٹیرینا کی جانب بڑھ گیا۔ وہ چہرہ پھیر کر چند پل بھاری ہوتے اعصاب سے وہاں آئی۔ سی۔ یو کے شیشے کے دروازے کو دیکھتی رہی۔ نہ جانے صبح کا سورج اُسکے لیے کیا لے کر آئے گا۔ کچھ چونک کر اُس نے اپنا سیل فون

آنکھوں کے سامنے کیا مگر گھر سے اُسکو کوئی کال یا میسج نہیں آیا ہوا تھا۔ یہ اُسکے لیے نیا ہوتا تو ضرور پریشان یا اُداس ہو جاتی مگر یہ اُسکے لیے نئی بات نہیں تھی۔ وہ جانتی تھی دعوت اُس کھرام کے جانے کے بعد بھی جاری رہی ہوگی۔ اپنی سوچوں میں اُسے اپنے بالکل برابر عباس کے بیٹھنے کا احساس نہیں ہو سکا۔

"بسم اللہ کریں!" اُسکے سامنے سینڈوچ کرتے ہوئے عباس نے اُسکی سوچوں پر لگام ڈال دی۔ میز اب نے ٹھٹکے بغیر اُسکے ہاتھ سے سینڈوچ لے کر عباس کو دیکھا جو کھانے کی باقی اشیاء کا شاپر گود میں رکھے سامنے دیکھ رہا تھا۔

"تم بھی کھاؤ۔" اُسکی ہدایت یقینی تھی۔ عباس جانتا تھا اُسے اکیلے کھانا نہیں پسند تبھی خود بھی سینڈوچ نکال کر آہستگی سے یو نہی سامنے دیکھ کر کھانے لگا۔ اُس مدہم روشنیوں میں نہائی راہداری میں دبیز خاموشی کا احساس شدید تر ہونے لگا۔ دس منٹ بعد اُس نے ایک نظر میز اب کے ہاتھوں میں موجود خالی ریپر کو دیکھا اور قبل اُسکے جھٹک کر لیتا، میز اب کا سر اُسکے شانے سے آگیا۔ ساکن ہوتے عباس نے بے اختیار چہرہ پھیر کے اُسے دیکھا جو ارد گرد سے غافل ساری تھکاوٹ کے ہاتھوں مجبور ہو کر گہری نیند کی وادی میں اتر گئی تھی۔ اُس نے سانس لینے کی کوشش کی مگر لے نہیں سکا۔ سیدھا چہرہ کر کے اُس نے جس پل سامنے دیکھا عباس کا کچھ دیر پہلے والا سپاٹ اور بے تاثر چہرہ کہیں بھی نہیں تھا۔ وہ عباس جان نثار کی زندگی کی پہلی رات تھی جس میں اُس نے سانس نہیں لیا، آنکھ نہیں جھپکی بس دھڑکنوں کو بے تحاشہ دھڑکتے رہنے کے لیے کھلا چھوڑ دیا اور وہ بھی ہر قید سے آزاد دل کے میدان میں سرپٹ، بے لگام ہو کر دوڑ رہی تھیں مگر اُس سب سے غافل دشمنوں کی عورت جسکی جانب سے عباس اپنا دل سخت پتھر کر لینا چاہتا تھا، اُسکے شانے پر سر رکھے چین کی نیند سوتی رہی۔ وہ اُس عورت کو جھٹک نہیں سکا۔ سنجرا نی خاندان کا ولی عہد جو دشمنوں سے جنگ کا علم بند کیئے بلوچستان کے پہاڑوں سے اسلام آباد کی سر زمین پر اتر آیا تھا اُسکو کسی اور شے نے اپنے شکنجے میں بُری طرح جھکڑ لیا تھا۔ عباس جان نثار کو اب کہیں امان نہیں ملنے والی تھی۔

✓ خوشبو کو ترک کر کے نہ لائے چمن میں رنگ

اتنی تو سوجھ بوجھ میرے باغباں میں ہے

لشکر کی آنکھ مالِ غنیمت پہ ہے لگی

سالارِ فوج اور کسی امتحاں میں ہے

ہر جاں نثار یاد دہانی میں ہے مُنہمک

نیکی کا ہر حساب دلِ دوستاں میں ہے

حیرت سے دیکھتا ہے سمندر میری طرف

کشتی میں کوئی بات ہے کہ بادباں میں ہے۔۔۔

(پروین شاکر)

وہ رات پہلی تھی جس میں میزابِ رحمت بھرپور نیند لے کر سوئی تھی۔ اتنی پریشانی، گلٹ اور خوف میں ایسی تحفظ بھری نیند آنا کسی نعمت سے کم نہیں تھا۔ اپنا سر اٹھائے بغیر اُس نے خود کو بہت تازہ دم محسوس کیا۔ قریب سے آتی وہ مخصوص معطر کرتی خوشبو جس نے ہمیشہ اُسکو اپنی تحفظ بھرے حصار میں لیا تھا اب بھی اُسکی قوتِ شامہ سے ٹکرائی۔ کئی دھڑکنیں مدغم ہوئیں اور پھر اُس نے سر اٹھائے بغیر چور نظروں سے آہستگی سے چہرہ پھیرا۔ سُرمائی آنکھوں کا سُسنہری آنکھوں سے دھڑکنوں کی تال اُلٹ کر رکھ دینے والا ٹکراؤ ہوا۔

"تم۔۔۔ نے مجھے جگایا کیوں نہیں؟" یونہی اُن آنکھوں میں دیکھتے میزاب کا لہجہ مدہم تھا۔

"آپ پُر سکون نیند میں تھیں۔ مجھے اچھا نہیں لگا۔" مناسب کے بجائے 'اچھا' کا استعمال دل کی مرضی پر کیا گیا۔
میزاب کی پلکیں لرز کر جھلکیں اور پھر وہ خود سے گھبرا کر تیزی سے پیچھے ہوئی۔

"میں نے تمہیں تھکا دیا ہو گا۔" ندامت میں اُس سے نظریں نہیں ملائی گئیں۔ اپنی کندھے میں ہوتا کھچاؤ نظر انداز کر کے سُنہری آنکھیں شوق سے دھمکنے لگیں۔

"تھکا تو واقعی دیا ہے۔" اُس مضمحل خود کلامی پر میزاب نے نا سمجھی سے اُسے دیکھایوں جیسے سُننے میں مُغالطہ ہوا ہو۔

"ہاں!" اُسکے استفسار پر عباس نے نظروں کا زاویہ بدل کا اپنا شانہ سہلایا اور اُٹھ کھڑا ہوا۔ سارا فُسوں چودھویں رات کے جاتے ہی جا چکا تھا۔

قبل اُسکے میزاب اندر جانے کا ارادہ کرتی، راہداری سے بھاگ کر آتی عورت کو دیکھ کر اُسکا سانس تھم گیا۔ اُسکے پھیکے پڑتے چہرے اور پھیلتی آنکھوں کے تعاقب میں عباس نے چہرہ پھیرا اور پھر اُس تک آیا جو کسی بھی لمحے ڈھسکتی تھی۔ وہ جانتا تھا اُسے عباس کی تسلی اور تشفی کی کوئی ضرورت نہیں۔

"آپ۔۔۔ آپ ہیں میزاب؟" قریب آتی اُس ثمرین نامی عورت نے پریشانی سے بوکھلا کر پوچھا۔ میزاب کی آنکھیں، چہرہ اور گردن ایک ساتھ نیچے جھکتے چلے گئے۔ وہ اس عورت کو نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتی تھی۔

"ایم سوری!" اُسکی مدہم مختلف بات پر ثمرین نے ٹھٹک کر اُسے دیکھا۔

"میری بہن کو کیا ہوا ہے؟" اُس ندامت اور شرمندگی سے جھکے چہرے کو دیکھ کر اُسے کوئی خوفناک خدشہ لاحق ہوا۔

"آئی۔ سی یو میں ہیں۔ اُنکا آپریشن کامیاب ہوا ہے لیکن ہوش میں آنے کے بعد ہی کچھ بھی حتمی کہا جاسکتا ہے۔" عباس نے میزاب کی مشکل کم کرنا چاہی۔ ثمرین کی آنکھیں حیرت اور صدمے سے پھیلیں۔

"میری بہن کو کیا ہوا ہے؟" اُسکے حلق سے الفاظ با مشکل رُندھے لہجے میں نکلے۔ میزاب کا چہرہ کچھ اور جھک گیا۔

"میرے بھائی کی وجہ سے آپکی بہن۔۔۔ شدید زخمی ہوئی ہے۔" لرزتے، کانپتے لہجے میں جو بتایا گیا اُس پر ثمرین کے کلیجے پر ہاتھ پڑا۔ عباس جان نثار کے چہرے کا ہر تاثر بدلا۔ چند لمحے ثمرین یو نہی بے یقینی سے میزاب کے جھکے چہرے کو دیکھتی رہی اور پھر فضا تھپڑ سے گونج اُٹھی۔ عباس ایک جھٹکے سے آگے آنے لگا مگر میزاب نے خود کو با مشکل سنبھال کر اُسکو بازو سے پکڑ کر روک دیا۔ سُنہری آنکھوں میں سُرخ دھڑنے لگی، جڑے بیچ گئے۔

"میں معذرت چاہتی ہوں۔" دل پر اترتی قیامت کے مقابلے جل اُٹھتے گال، پھٹتے ہونٹ کا درد کچھ بھی نہیں تھا۔ وہ اذیت جو سامنے کھڑی عورت محسوس کر رہی تھی اُسکے مقابل میزاب کی تکلیف، اُسکی ندامت اور شرمندگی بہت ہیچ تھی۔

"وہ میری اکلوتی بہن، واحد رشتہ ہے۔ اگر اُسے کچھ بھی ہوا میں آپکو کبھی معاف نہیں کروں گی۔" چھلکتی آنکھوں کا غم بڑا جاں گسل تھا۔

"میں آپکا غم سمجھ سکتی ہوں۔" نمناک آنکھوں کو با مشکل خشک رکھے اُس نے آہستگی سے کہا۔

"آپ۔۔۔ آپ جیسی عورت کو کیا غم ہو گا جو سمجھ سکیں گی۔" وہ چیخ نہیں رہی تھی مگر چیخ رہی تھی۔ اُسکا ہر لفظ میزاب کے پہلے سے چھلنی دل پر کاری ضرب تھا۔

"آپ اپنی بہن سے مل سکتی ہیں۔" بامشکل خود کو باور کروائے عباس نے سنجیدگی سے کہتے ہوئے اُس عورت کو ٹھٹکا دیا۔ اُس برابر کھڑے مرد کی سنجیدگی آہنی تھی۔ وہ کسی وقت بھی ضبط کھو کر اُسے ایک لگا سکتا تھا۔

"آپ کو گھر چلنا چاہیے۔ آپ کل سے یہاں کھائے، پیئے بغیر ہیں۔" عباس نے نرمی سے میز اب کا شانہ تھتھکا کر اُسے سر اٹھانے پر مجبور کر دیا۔

"میں یہاں رُکنا۔۔۔" اُس نے کہنا چاہا مگر عباس نے اُسکو جن نظروں سے دیکھا وہ خاموش ہو گئی۔

"اب اُنکی گارڈین آگئی ہیں۔ یہاں آپکو پھولوں کے ہار کوئی نہیں پہنائے گا۔" اُس نے سب کچھ شروع سے نہ دیکھ رکھا ہوتا تو لب سیئے رکھتا مگر وہ خود کو یہ سخت بات کہنے سے باز نہیں رکھ سکا۔ ثمرین نے نا سمجھی سے سامنے کھڑے مرد کو دیکھا اور تبھی میز اب نے اثبات میں سر ہلایا۔

"آپ اپنی بہن سے مل لیں۔ میں پھر چکر لگاؤں گی۔" اُسے یہاں واقعی ابھی نہیں ٹھہرنا چاہیے تھا۔ اُن دونوں کے جاتے ہی ثمرین بھاگ کر آئی۔ سی۔ یو کی جانب بڑھ گئی۔

"قسم سے بابا میں تو ہنس ہنس کر پاگل ہو رہی تھی رقیہ آپا کی بات پر۔" صبح گیارہ بجے کے قریب جس وقت میز اب نے گھر کے اندر قدم رکھا، ناشتے کی ٹیبل پر موجود تمام افراد کے زندگی سے بھرپور قہقہے کی آوازوں پر ٹھہر گئی۔ سب سے اُونچا قہقہہ ذکی کا تھا۔ عباس نے کینہ تو ز نظروں سے اُس ہال کو دیکھا اور جی چاہا سب کچھ نیست و نابود کر آئے۔ کیسے گھٹیا اور بے حس لوگ تھے۔ لگ ہی نہیں رہا تھارات یہاں اتنا المناک واقعہ ہوا ہے۔ ہاتھوں کی مٹھیاں بھیج کر وہ تیز قدموں سے آگے بڑھی۔ عباس کو بھی یہیں سے گزر کر اپنے کمرے کی جانب جانا تھا تبھی اُسکے پیچھے تھا۔

"اور مُدثر خوا مخواہ ڈر گیا تھا۔" آئینہ کاشف نے ہنسی ضبط کر کے مُدثر کو پیچ میں گھسیٹ لیا۔

"آب یہ غلط ہے، مامی!" اُسکی دہائی نے ایک بار پھر ہنسی کا طوفان برپا کر دیا۔ قدموں کی آہٹ پر ہاشم بزنحو نے قہقہہ سمیٹ کر سائیڈ پر دیکھا جہاں سے میز اب گزر کر سیڑھیوں کی جانب بڑھنے لگی تھی۔

"زی بی بیٹا؟" اُنکی پکار پر بڑے ضبط سے پلٹی۔

"جانِ نثار تم جا کر آرام کرو۔ میں کچھ گھنٹے بعد آفس کے لیے نکلوں گی۔" اُنکی پکار کو نظر انداز کر کے عباس کو کہتے ہوئے ہاشم بزنحو کو ششدر کر دیا۔

"میزاب!" اُنکو اپنی بات نظر انداز کیا جانا بہت ناگوار گزرا تھا تبھی سب نے محسوس کر کے اپنی ہنسی مزاق کے سیشن میں وقفہ دے دیا۔

"یہاں آؤ۔ اتنی رونق لگی ہے۔" اُن کے لہجے کی بشاشت پر میزاب کا حلق کڑوا ہونے لگا۔ پلٹ کر وہ تیزی سے ہال کے داخلی دروازے تک آئی۔

"مجھے آپ اس رونق سے معاف ہی رکھیں۔" اُسکی آواز کے سردپن پر سب کو سانپ سونگھ گیا۔ سب نے حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھا۔

"یہ کس طرح بات کر رہی ہو تم دادا سے؟" ذکی کی بازپرس پر وہ مزید خود پر قابو نہیں رکھ سکی۔

"تم اپنی بکواس بند رکھو نہیں تو زبان کھینچ لوں گی تمہاری۔" وہ اس قدر زور سے چیخی کہ اپنے کمرے کی جانب جانے کو عباس ساکن ہوا گیا۔ سب نے آنکھیں پھاڑ کر ششدر ہو کے اُسے دیکھا جس کی آنکھوں سے نکلتے شعلے ذکی کو کسی بھی لمحے بھسم کر سکتے تھے۔

"یہ کس انداز میں بات کر رہی ہو تم؟" اپنے باپ کی خاموشی پر کاشف بزنجو ایک جھٹکے سے کھڑے ہوئے۔

"میں نے کہا نہ مجھے اس رونق سے معاف رکھیں۔" پلٹ کر اُس نے شل سے ہاشم بزنجو کی آنکھوں میں دیکھ کر بے حد ٹھہر ٹھہر کر کہا۔

"زیبی؟ تمہیں کیا ہوا ہے؟ کیا اُس لڑکی نے ہمارے بارے میں کچھ کہا ہے؟" مُدثر نے نرمی سے کہنا چاہا مگر جس طرح میزاب نے اُسکو دیکھا وہ نظریں یکسر مختلف تھیں۔

"وہ زندگی اور موت کی جنگ لڑتی لڑکی تم جیسے بزدل اور احمق شخص کے بارے میں کیا کہہ سکتی ہے؟" اُسکا جواب کے بجائے سوال مُدثر کو تھپڑ کی طرح جا لگا۔

"دیکھ رہے ہیں اس بد تمیز، بے غیرت لڑکی کی زبان کے جوہر، بابا۔ کہتی تھی نہ یہ لڑکی خاک ڈلوائے گی ہمارے سر پر۔" رفعت شیراز کا لہجہ اتنا زہر آلود تھا کہ عباس کی آنکھوں میں لہو اترنے لگا۔ زُوبیہ اور ذکی نے پریشانی سے ایک دوسرے کو دیکھا۔

"آپ جیسا بے حس اور سفاک ہونے سے کہیں زیادہ بہتر میرا بے غیرت ہونا ہے۔" اُسکے لہجے کی اٹھان اور نفرت میں کچھ بہت دہلا دینے وال ہاشم بزنجو نے محسوس کیا۔

"یہ تم اُس دو ٹکے کی لڑکی کے لیے سب کو ذلیل کر رہی ہو؟" ذکی کے تمسخرانہ انداز پر وہ قدم قدم چلتی ذکی تک آئی اور اُس اطمینان سے بیٹھے، تمسخرانہ مُسکراتے شخص کو گریبان سے پکڑ کر ایک جھٹکے سے اپنے سامنے اٹھا کھڑے کرتے ہوئے سب کی چیخیں بلند کر دیں۔ عباس تیز قدموں سے ہال کے دروازے تک آیا اور گھٹنے دِل سے اُسے دیکھنے لگا جس کی تکلیف اُسکے دِل کو بھی زخمی ہی تھی۔

"وہ مجبور، بے بس اور یتیم لڑکی اگر دو ٹکے کی ہے تو تم رئیس ماں، باپ کی بگڑی، بے غیرت اولاد کی کیا اوقات ہے یاد دلاؤں تمہیں۔" اُس نے بوکھلائے ذکی کو جھنجھوڑ کر اُسکی ساری تیزی طراری نکال کر رکھ دی۔

"میزاب!" ہاشم بزنجو پوری قوت سے چیخ اُٹھے مگر میزاب کو اُنکی آواز نہیں آرہی تھی۔

"یہاں بیٹھ کر ہنسی اور قہقہے لگانے کے بجائے تمہیں اور تمہارے گھر والوں کو چاہیے تھا کہ اُس لڑکی کی صحت یابی کے لیے دُعا کرتے کیونکہ اگر اُس لڑکی کو کچھ بھی ہوا نہ ذکی کاشف بزنجو تو تمہیں موت کی سزا میں خود دِلواؤں گی۔"

ایک ایک لفظ اتنا سخت، اٹل اور لہو جمادینے والا تھا کہ سب کی ریڑھ کی ہڈی سنسنا اُٹھی۔ ہاشم بزنجو نے پھیکے پڑتے چہرے سے میزاب کو دیکھا جس نے پوری قوت سے ذکی کو واپس صوفے پر دھکیل دیا اور ایک نگاہ غلط تک باقی سب پر ڈالے تیز تیز قدموں سے عباس جان نثار کے پاس سے دِل و رُوح کو معطر کرتے، اُسیر کر کے بُتلا کرتے خوشبودار جھونکے کی مانند گزر گئی۔ وہ عورت عباس جان نثار کے دِل میں خیمہ زن ہو چکی تھی اور اس بار وہ غافل نہیں تھا۔ بے ساختہ پلٹ کر اُس نے میزاب کے لرزتے ہاتھوں کو دیکھا اور خود کو بے بسی سے اُسے پیچھے جاتا محسوس کیا۔ میزاب نے جیسے ہی پہلی سیڑھی پر قدم رکھا، وہ لڑکھڑا کر گرنے کو تھی تبھی عباس اُسکو تھام لینے کے لیے آگے بڑھا مگر پھر ٹھہر گیا۔ وہ اپنی موجودگی اس غمگین وقت پر اُس پہ آشکار نہیں کرنا چاہتا تھا جبکہ اُسکی موجودگی سے اچھی طرح آگاہ میزاب نے ریلنگ کو مضبوطی سے تھام کر خود کو بچا لیا۔ وہ عباس جان نثار کے سامنے مزید خود کو گرانا نہیں چاہتی تھی۔ بائشکل خود کو سنبھال کر وہ نیم تاریک سیڑھیوں سے آہستہ قدموں اُوپر جا رہی تھی اور عباس جان نثار چہرہ اُٹھا کر اُسے جاتے دیکھ رہا تھا جو اُسکے دِل سے کہیں نہیں جانے والی تھی۔ یہ اعتراف حسین مگر لمحے بوجھل کر دینے والا تھا۔

✓ اے زیست! وضاحت نہیں داد دے کہ میں نے

نکتہ جو اٹھایا ہے وہ باریک تو ہے نہ
 چھونے کی تمنا تھی مگر باز رہا میں
 دی دل کو تسلی کہ وہ نزدیک تو ہے نہ
 تجھ سہمے ہوئے چاند کو چھوڑ آؤں میں گھرتی؟
 کچھ اور نہ ہو راستہ تاریک تو ہے نہ۔۔۔
 (افضل خان)

جباری ہے!

”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔۔۔“

السلام علیکم احباب۔۔۔۔“

”ناولز کی دنیا“ کے ناولز میں خوش آمدید۔۔۔۔

ناولز کی دنیا (NKD) کی جانب سے ناولز کو بغیر کسی غلطی کے آپ تک پہنچانے کی کوشش کی گئی۔ اگر کوئی غلطی اس میں ملتی ہے تو اسے محض اتفاق سمجھا جائے۔ کیونکہ ناول کو پورا پروف ریڈ کر کے ہی پبلش کیا جاتا ہے چوک ہونا محض اتفاق ہوگا۔۔

نئے اور مختلف لکھنے والوں کے لیے ”ناولز کی دنیا“ ویب سائٹ / گروپ / پیج / یوٹیوب چینل دے رہا ہے تمام لکھاریوں کو ایک ایسا پلیٹ فارم جہاں آپ اپنی خدا داد صلاحیتوں کو اپنے قلم سے تحریر کر کے اپنا اور اپنے ملک کا نام روشن کر سکتے ہیں۔۔۔ اگر آپ کو بھی اللہ کی طرف سے یہ صلاحیت دی گئی ہے تو اسے اجاگر ضرور کریں۔۔۔ ہمیں آپ جیسے ہی لکھاریوں کی تلاش اور ضرورت ہے۔۔۔

NOVELS KI DUNIYA (WEB, FB Page, FB Group, Insta Pg, Youtube Channel)

اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل یا شاعری پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔۔ اپنی تحریر اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔ جتنا جلدی ہو سکا آپکی تحریر پوسٹ ہو جائے گی۔۔۔

مزید تفصیلات یا کسی بھی طرح کی مدد کے لیے ہم سے گروپ یا پیج انباکس میں رابطہ کریں یا ای میل پر ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔۔

Email address :- Novelskiduniya77@gmail.com

Facebook page :- [Novels ki duniya](#)

(user name [@zoyatalib77](#))

Facebook group :- [Novels ki duniya](#)

Instagram Page :- [Nkd \(ZT\)](#) (UserName: [Novelskiduniya77](#))

Youtube Channel: [Novels Ki Dunya \(NKD\) Official](#)

(پر خیال رہے کہ یہ گروپ زویا طالب کا ہی ہو) اور باقی کے رابطے کے لیے ہریچ کے نیچے [Blue](#) الفاظ میں لکھے لفظ میں آپکو لنکس مل جائے گے شکریہ۔۔۔۔۔